رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳ REGISTERED NO. A.783



مفید نہو تو قیمت واپس

جبوب لقمانی بہار عمر جاتی جو انی تھی آنے کو جو انی رونقی جاتی ہے کہ بچپن [illegible] کو

ایسی حالت میں یہ گولیان منگائیے اور خود اختیار [illegible] [illegible] [illegible] ہوگی بلکہ دل و دماغ اور خاص [illegible] [illegible] کیلئے [illegible] [illegible]

روغن لقمانی لطف [illegible] کیا [illegible]

اے کمبخت [illegible] ہی [illegible]

یہ روغن حقیقتاً [illegible] لطف [illegible] استعمال کرنے

وہ لطف [illegible] [illegible] [illegible] خلاف [illegible] قیمت [illegible]

طلاء عجیب وہ تمام شکایات [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کیلئے طلاء استعمال کیجئے [illegible] [illegible] [illegible]

پیدا کرتا ہے کہ انسان [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] جبوب [illegible] [illegible] کر ہوئے حضرات ذیل [illegible] [illegible]

طلسمی لیان [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] رسالہ مین [illegible] [illegible] طلب کیجئے۔

منگانے کا پتہ

دواخانہ عظمت العلاج لکھنؤ

فائدہ نہو تو قیمت واپس

طلاء مسک [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] محصول۔

روغن طلذو [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] دو روپیہ علاوہ محصول۔

جبوب مسک [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

نوٹ

[illegible] [illegible] قیمت [illegible]

عین الشفا ٹکسال ہال لکھنؤ

رعایتی اعلان

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] درج ہیں۔

نام کتاب	صفحہ	نام کتاب	صفحہ	نام کتاب	صفحہ
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	شبیل [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

(رجسٹرڈ) سفوف مراد

نامردی۔ جریان۔ سرعت و رقت کا بہترین علاج

[illegible]

طلائے مسیحا (رجسٹرڈ) [illegible]

[illegible] لاہور پنجاب

طلسمی سیگریٹ مشین

[illegible] محصول

طلسمی سگریٹ کیس

[illegible]

نوایجاد دیا سلائی بکس

[illegible]

نوایجاد ناخن تراش

[illegible]

جرمنی کے پختہ شکاری چاقو

[illegible]

نوایجاد انگلش سیفٹی ریزر

[illegible]

[illegible]

جلد ۱۲ نمبر ۲۷

مضامین غیر

(مورخہ ۱۵ - جولائی ...)

بے اصل مشہورات

"رقیب خود غلط ہے نہیں آزاد دیتے ہیں بیدل کی"

نمبر ۳

مشہور ہے "سچ کا بول بالا سانچ کو آنچ نہیں" جھوٹے کی ایسی تیسی۔ ہزاروں پچے بچھوڑوں کے آگے رو مرے آپ سے بھرتے ہیں "سچ کا بول بالا اور جھوٹے کا منہ کالا" دنیا بھر جانتی ہے کہ یورپ والے پیٹ بھر کے جھوٹے ہیں مگر ہیں گورے کہ نہیں! بھلا ایک کا بھی منہ کالا ہے؟ یہ دوسری بات ہے کہ مرتے وقت سفیدی پر سیاہی چڑھ گئی ہو تو وہ بھی ایک آدھ نفر ہزاروں لاکھوں میں کوئی شاید ڈھونڈھ نکالے۔ ورنہ ہے تو ہمیشہ جھوٹے کا بول بالا ہو گیا۔ زمانے بھر کی تاریخ سامنے رکھ لو۔ جھوٹ کے سامنے سچ کی کبھی چلی نہیں۔ بھی آجکل محرم کا زمانہ ہے ہر گھر میں ماتم حسین ہے۔ ایماندار ہو تو کہہ دو سلطنت کسے ملی؟ شہید کون ہوا؟ پارساؤں نے مزے اڑائے کہ شرابیوں نے؟ یہ کہنا کہ

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے

کہانیاں ہیں ستانے کی۔ جن پر بیتی گزر گئی اون کے دل سے کوئی پوچھے۔ بعض اشخاص کا قول ہے کہ امام حسین کا نام لینے والے تمام مسلمان ہیں اور یزید کا نام لیوا دنیا میں کوئی نہیں۔ یہ بھی جھوٹ ہے مولانا روم فرماتے ہیں ع

یک حسینے نیست چون گردد شہید
صد ہزار اندر دنیا یزید

سنہ ۳۰ھ میں کلید بردار مزار حضرت زینب جناب مولانا عبدالباری مرحوم کے مہمان تھے اون سے پوچھا گیا کہ شام میں بھی ذکر شہادت ہوتا ہے یا نہیں۔ جواب دیا کہ ان خاص روضہ حضرت زینب پر ہم سال بھر میں ایک تاریخ مجلس کرتے ہیں اوس روز بڑا مجمع ہوتا ہے مگر وہاں سینہ زنی کا رواج نہیں ہے۔ اسی ضمن میں اونھوں نے بیان کیا کہ ایک مشہور یزیدی اتفاقاً اس مجلس میں شریک ہوا اور ختم مجلس تک برابر روتا رہا۔ لوگ متعجب ہوئے۔ بعد ختم مجلس میں نے اوس سے پوچھا کہ تم کیوں روئے تو کہنے لگا کیونکر نہ روؤں۔ اس نامعقول سردار فوج شمر ذی الجوشن نے غضب کیا کہ علی بن الحسین (امام زین العابدین) کو چھوڑ دیا اگر اونھیں بھی تیغ کے گھاٹ اوتار دیتا تو سارا بکھیڑا مٹ جاتا۔ نہ وہ چالیس برس تک اپنے باپ کے غم میں روتے نہ یہ واقعہ اتنا اوچھلتا۔ واقعات کربلا کے متعلق جو کچھ اس مجلس میں ذاکر نے بیان کیا سب جھوٹ ہے۔ کوئی واقعہ درست نہیں ہے۔ سب دشمنوں کی اڑائی ہوئی باتیں ہیں۔

کوئی مذہب آج جہان بھر میں ایسا نہیں جو اپنے سچ بولنے والے افراد کے مصائب پر آنسو نہ بہاتا ہو۔ مگر پھر بھی ہر شخص کی زبان پر جاری ہے "سچ کا بول بالا۔ جھوٹ کا منہ کالا۔ سانچ کو آنچ نہیں" شاید اگر سانچ کو آنچ نہ ہوتی سچ کا بول بالا رہتا تو ہم کیوں پھسڈی رہ جاتے اور جھوٹے بنا بنے کیوں ہم سے بازی لیجاتے۔ البتہ یہ مثل ٹھیک ہے کہ۔

"سچی بات سعد اللہ کہیں سب کے من سے اوتر رہیں" بے شک آمنا و صدقنا۔ دل سے اوتر جانے تک اگر معاملہ ختم ہو جائے تو غنیمت ہے زندگی کسی نہ کسی طرح تیر ہو جائیگی۔ مشکل یہ ہے کہ سچ بول کے جینے کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ پھر بھلا کس کی مجال ہے جو سچ بولے۔

ہندوستان میں جو قانون مروج ہے وہ بھی سچ کا دشمن ہے۔

کسی کانے مرزا آدمی کو کانا کہہ دیجئے پھر دیکھیے تماشا وہ سیدھا کچہری پہونچیگا اور دفعہ تعزیرات ہندی رو سے نالش ٹھونک دیگا۔

دفعہ یہ نہیں دیکھتی کہ بات سچی ہے یا جھوٹی وہ صرف یہ ملاحظہ فرماتی ہے کہ اس بات سے مستغیث کی ہتک عزت ہوئی یا نہیں۔

سچ اور جھوٹ گویا اپنی ایسی تیسی ہیں۔ آدمی مر ہو مالدار ہے ہزار روپیہ سالانہ ٹیکس دیتا ہے۔ شیشے کی آنکھ بطور نعم البدل اندھی آنکھ کا تارا جو اسے کہا تو کیوں کہا بیجا اسے دو برس کے واسطے جیل خانے اور ... وصول کر دو جانے۔ کیوں حضرت اب بھی آپ کہینگے کہ سانچ کو آنچ نہیں ہے صفت اور کسے کہتے ہیں آنکھ؟

حقیقت یہ ہے کہ مقولہ مذکورہ اس دنیا سے متعلق ہی نہیں ہے ایسے کہ یہ ہے جھوٹی اور جھوٹے ظرف میں سچ رہ نہیں سکتا۔ جو اہل دنیا ہوشیار ہیں اونھوں نے جینے کے لیے دو راہیں نکال لی ہیں۔ جو زیادہ احتیاط کرتے ہیں وہ "دروغ مصلحت آمیز" سے کام لیتے ہیں یعنی ضرورت کے وقت جھوٹ بولتے ہیں اور بغیر ضرورت نہیں بولتے۔ اور جنکے مزاج میں احتیاط نہیں وہ "ضرورت" کی قید سے آزاد رہتے ہیں دل کھول کے جھوٹ بولتے ہیں اور تیور پر بل نہیں آتا۔

جس چیز کا نام پالیٹکس ہے اوسکی بنیاد اسی دروغ مصلحت آمیز پر قائم ہے ذری انصاف کی عینک سے اسکے زور شور کو دیکھیے۔ سیکڑوں برس سے جھوٹ کا جہاز اس دریا میں ایسے پھیرے کر رہا ہے کوئی تھپیڑا ابھی تک بھی نہیں پڑا نہ کبھی طوفان کا سامنا ہوا۔

ہندوستان سے جو بڑے بڑے انگریز اپنے وطن گئے اون میں سے اکثر نے شکایت کی کہ ہندوستانی اول درجے کے جھوٹے ہوتے ہیں ہم بھی اس پر صاد کرتے ہیں ان صاحب سے پوچھئے مگر واللہ جھوٹ بولے تو ہمیشہ آپ ہی کے فائدے کے لیے کبھی اپنا نفع نہ دیکھا جو آج اپنا نفع مد نظر ہوتا تو پھر دو جھوٹے ایک جگہ نہ رہتے۔ اور یہ جھوٹ ہی اونھیں آسمان پر چڑھا دیتا غلامی کے پھندے سے آزاد ہو جاتے۔ سازش کا وجود ہوتا اور کہہ دیتے کہ سب خیریت ہے۔ اطمینان رکھیے۔ یعنی دروغ مصلحت آمیز کا طرز استعمال انھیں معلوم نہیں ہے۔

نوکری اور پیٹ کے کارن جھوٹ بولتے ہیں مگر بے تکان جھوٹ بولتے ہیں۔ جو اسے سچ کا جامہ پہناتے۔ اسکی بھیانک کالی کلوٹی صورت پر چمکتے ستارے جڑتے۔ جھریاں پڑی ہوئی کھال پر پالش کرتے۔ مرجھائے ہوئے گالوں پر روغن ملتے۔ پوپلے منہ میں مصنوعی دانت لگاتے۔ سفید بالوں پر سیاہی پھیرتے تو کبھی نہ پکڑے جاتے۔ ہندوستان کے بعض اخباری کا غذاب اس فن میں مہارت حاصل کر رہے ہیں گو ذاتی فوائد مقصود ہیں لیکن ممکن ہے کہ ایسے۔

نزاعات رفع ہو جانے کے قومی فوائد میں یہ تعلیم بکار آمد ہو بالفعل یہی دروغ باعث فروغ ہے انکی اشاعت بڑھ رہی ہے اور دن لوگوں کو جو سچ برتتے اور سچ بولتے ہیں دل سے اوتر جانے کی پروا نہیں کرنے اضمحلال کی بیماری گھیرے ہوئے ہے روز بروز انحطاط ہے۔

ایک خریدار صاحب لکھتے ہیں :-

"شریمان اڈیٹر صاحب - آپ نے دیہار کے ایڈیشن میں جو یہ خبر لکھی ہے کہ موضع ننگیا پور میں مستی لکھی کی دھوتی میں سوراخ ہو گیا مگر یہ سوراخ کسی مذہبی وجہ سے نہیں پیدا ہوا تو قومی نمک حرامی کی۔ اب آئندہ دی پی نہ بھیجیے۔ مجھکو معلوم ہے کہ سوراخ چوہے نے کیا اور اس بستی کے تمام چوہے مسلمان ہیں ہمیں ایسے حق پوش اخبار کی ضرورت نہیں"

دوسرے صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

مکرمی - السلام علیکم - والانامہ بتقاضائے تجدید خریداری پہونچا۔ نہایت افسوس سے لکھا جاتا ہے کہ آپکا پرچہ بالکل مصالح اسلامیہ کے خلاف ہے وار اکوب سند میں آج امت مرحومہ بے یار و مددگار ہے اور میرا آپ حضرات کا تیسی اسد رین تغافل ز ادعلی الظہور نغمہ کا مصداق ہے نمبر ۲۹ - مورخہ ۹ جولائی میں آپ رقم طراز ہیں کہ بشاور میں ایک مسلمان خاتون کے ہاتھ سے تبی روٹی سے جا گئی اس امر کو مذہبی جذبات سے علاقہ نہیں - یہ سراسر غلط ہے تبی بفینا جہد وقتی اور یہاں کی جتنی بلیاں ہیں سب کی سب صنم پرست ہیں - بار ہا شوالوں اور مندروں میں دیکھی جاتی ہیں -

اس ایک ماہ کی مدت میں اینجانب نے آپکی صد ہا خلاف اسلام تحریریں دیکھیں لہذا ملتمس ہوں کہ آئندہ دی پی بھیجنے کی زحمت گوارا نہ فرمائیں۔ ورنہ پارسل واپس ہوگا۔ اس قسم کے صد ہا خطوط جو آنے شروع ہوئے تو بیچارے اڈیٹر صاحب سٹ پٹائے بپابندی وضع دو چار نمبر نکلے مگر شور و شر بپرہ خلقت سے طعن تشنیع کی وہ بھرمار کی کہ آخر کار خانہ بند کر کے پردوں کی جان کو رونے لگے ان سے یہ نہ ہو سکا کہ قرآن و حدیث وید و شاستر کو متون جنگ محض مسلم وہندو بناتے۔ خبر یا یہ رشتے۔ اشاعت کے ساتھ اشتہار دی میں ... ہوتی۔

ان سب باتوں کے علاوہ یہ بتایئے کہ جو دلچسپی جھوٹ میں ہے وہ سچ غریب کہاں سے لائے۔ خلقت کا جھوٹ کی طرف یوں جھکنا ہی "سچ کا بول بالا" کی غلطی ام نشرح کیے دیتا ہے - مسجد میں شبلی نگی والا واعظ ہے اور دو چار ٹٹ پونجئے افسردہ آمادہ برگ مہیا بقضا مرلے جو کے مردہ دل پیر فرتوت - وہ بھی تھوڑی دیر کے لیے مگر تھیئٹر میں کیا نہیں ہے اور کون نہیں ہے؟ خان بہادر ہیں رائے بہادر ہیں تعلقدار ہیں زمیندار ہیں حکام ہیں حکام کے غلام ہیں - رات کے پچھلے پہر جب تھیئٹر کھڑے ہوکے کہتا ہے۔ "آج کا تماشا بعد ایک باب کے ختم کیا جاتا ہے۔ کل ساغر رنگین" کا تماشا نہایت آب و تاب سے دکھایا جائیگا۔ اس کھیل پر کمپنی بڑا کو ناز ہے۔ بہتر ہوگا کہ حضار جلسہ آج ہی سے نشست گاہ کا قبضہ نامہ لکھوا لیں ورنہ عمدہ مقامات سے حریف بہرہ ور ہوں گے حضور کو صرف اونکی پیٹھ کا تماشا نظر آئیگا۔"

تو جی چاہتا ہے کہ آخری باب صبح تک ختم نہو۔

اشد ری دلچسپی پیدا ہوئے تو پیدا ہوتے ہی ماں کی چھاتی کے عوض منہ میں انگوٹھا ٹھونس لیا اس جھوٹ موٹ کے دھوکے ہی بہلانے لگے۔ ربر کی چچوڑنی کی مصنوعی چسنی سے دل کو تسکین ہوئی ذرا اور بڑھے تو کھلائی نے جھوٹ موٹ کی لوریاں سنائیں۔ بیٹھے تو ٹوٹی کھٹیا بیٹے جھلنگے پر مگر یہ سُن کے خوش ہو رہے ہیں

"ابا ہیرا بہشت ہزاری ماموں منصب دار
بچا میاں جو داسی کے راجہ جیا برخوردار
آجا ری نیند یا تو آ کیوں نہ جا میرے
بچیا کی آنکھوں میں گھل مل جا ———"

کچھ اور سن بڑھا تو لکڑی کے تیر ستی کے ہاتھی تار روت کی چڑیا۔ آٹے کی چڑیا کی جھوٹی بے جان شکلیں دیکھ کے رونا چھوٹے۔ ذری اور ترقی فرمائی تو بابا کے بانس کی چھڑی کا گھوڑا مل گیا۔ سیٹھے کا چابک ہے اور اس گھوڑے کی سواری ہے۔ بات کیا ہے ہاتھی سے دو انھوں نے جواب دیا۔ آنے دو مہاراجہ فرام پور کے مختار کو ایک سونے کا ہاتھی میں انعام بچے کو لے دونگا۔ گویا ... ستے کسی سوداگر کے آ نیکا باقی نشا ... بہرا دے ... دا کی پشت ... پر ... سوار ...

اب باوا کہہ رہے ہیں "میں ہیوں ہیوں، میں تمہیں" اور صاحبزادے خوش ہیں۔ سنت سے نخ نخ کر رہے ہیں اور عمر میں ترقی ہوئی نکاح بیاہ کے دن آئے تو امر حلال شرعی یعنے نکاح میں بھی دس بیس کر دیکا جھوٹ ملا کے مہر بندھوا لیا جاہے استطاعت ہو جاہے نہو۔ ابھی دینے کی نیت کس بچنے کی ہے امان جان دادی جان کا مہر کب ادا ہوا جو حضرت کی زوجہ محترمہ پائینگی۔ الغرض جھوٹ کا تانا بانا بندھ گیا۔ اور تمام عمر ختم ہوا۔

ناول نویس۔ داستان گو۔ رجز خواں۔ وکیل۔ حکیم رنڈی۔ اخبار نویس۔ مصاحب۔ عطار پنساری۔ یہ وہ انبرہ وغیرہ تو رہے درکنار۔ جھوٹ کی زد سے قاضی، خطیب درویش۔ ملا محتسب۔ حاکم منصف بھی بچے نہیں۔ باقی آئندہ۔

راقم :- فلاسفر

اردو کے وارث

دیکھ شان کبریائی تعلیم کے اوس میدان میں بہار آئی یونیورسٹی کی شاخ اُردو میں بھی کلیاں پھوٹیں۔ دیدہ ظاہر بینے سے چشم باطن وا ہے۔ طرفہ تماشا نظر آتا ہے کہ کالج کی بلڈنگ ہے اور شاگرد پیشہ کی ایک کوٹھری میں نیا کلاس کھولا گیا ہے۔ چند دھیا ہے بچھانے نابالغ لڑکے اوستاد رکر دو فرسے تشریف کا بار کرسی پر ڈال رہے ہیں۔ اُردو کمبخت کا تذکرہ ہے کہ یہ تو ہماری روزمرہ کی زبان ہے۔ ہمیں اسکے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ ایک مولانا پر وفیسر نشہ مسبات زباندانی سے مخمور کالک پنڈلم دنگرہ کی طرح داہنے بائیں جھوم رہے ہیں اور فرماتے ہیں۔

غنیمت شمر صحبت دوستان
کہ گل پنج روز است در بوستان

اردو میں ہوں اُردو زبان اور مجسم اُردو زبان زباندانی کے حقائق دقائق نکات مو شگافی چند انوذ دشت مجھے معلوم ہے اور بعد میرے صفاچٹ میدان ہے کوئی یہ بھی نہ بتا سکیگا کہ اُردو کی دُم کہاں تھی کہاں سے نکلی اسلئے دعا مانگو کہ میں تا قیام قیامت زندہ رہوں ورنہ تمھاری اُردو زبان ہرگز قیامت تک باقی نہ رہیگی۔ اسی اثنا میں

ایک لڑکا بڑا ادب سے مودب ہو کے عرض کرنے لگا۔

لڑکا:- مولانا! یہ تو ارشاد ہو کہ مرثیہ کسے کہتے ہیں؟

پروفیسر:- !!!! دیکھا آخر ایک باریک سوال اس لڑکے نے پیش ہی کر دیا۔ کیسے کچ اگر میں کچھ عرصہ پہلے اگر کالج کا پروفیسر ہوتا تو یہ بلیغ سوال کون حل کرتا؟ یہ فرما کے آنکھوں کے دونوں پھاٹک کھلے اور پھر اس طرح کھولے کہ لڑکا سہم گیا اور سمجھا کہ اب جناب پروفیسر صاحب چوٹ کیا چاہتے ہیں۔ مگر نہیں یہ بچے کی بھول کا پھیر تھا۔ پروفیسر کی آنکھیں افراط مسرت کے باعث ضرورت سے زیادہ کھل گئیں۔ فرمایا۔

"سنو جی ۔۔۔۔ مرثیہ کو مرثیہ کہتے ہیں۔ درست کیوں کیا نہیں اس میں شک ہے۔ خیر تو انتظار کرو عنقریب میں ایک ضخیم مدلل مفصل مطول کتاب اس بارے میں شایع کرونگا۔ اوسوقت سب کی آنکھیں کھل جائینگی کہ اسے کہتے ہیں مرثیہ اور یہ ہے زباندانی کا مکمل نمونہ"

شاگرد:- تو حضور جب تک کتاب شایع ہو اوسوقت تک ہاتھ پہ ہاتھ رکھے بیٹھا رہوں؟

پروفیسر:- بس کہہ دیا صبر کرو۔ صبر نشست و ... دیکھو بھلا سا نام ہے صبر شیرین دارد۔ بس چھاپے خانے سے نکلنے کی دیر ہے۔ ... پھر کوئی مشکل باقی نہ رہیگی۔

شاگرد نمبر ۲:- فرمائیے کہ اُردو میں ڈراما کب سے مروج ہوا؟

پروفیسر:- اس سوال کا جواب بھی کتاب مذکور ہے۔ انتظار انتظار۔ جسوقت تم دیکھو گے کہ اُردو زبان کی ابتدا اور اوسکا بڑھنا کے پرپرزے نکالنا اوس کتاب میں بسط کے ساتھ لکھا ہے اوسوقت تمہاری آنکھیں کھلینگی کہ تحقیق کس چڑیا کا نام ہے مثلاً اُردو کی ماں کا کیا نام تھا۔ اُردو کے باپ کہتے ہیں اوسکے سالے سسرے اور تو یہ تمدد اور تندرستی کون ہیں۔ انھیں مباحث کے ساتھ اس سوال کا جواب بھی دیا گیا ہے کہ اُردو میں ڈرامے کی ایجاد کب ہوئی۔ کون موجد تھا۔ شتنا ہے کہ اُردو کا زچا خانہ آٹھویں صدی عیسوی میں رچایا گیا۔ اسے بھائی نکلنے دو کتاب کو۔ کیوں جان کھائے جاتے ہو۔ بھیا اُردو عجب شے ہے۔"

شاگرد نمبر ۳:- حضور یہ "شتنا" کیا بلا ہے؟

پروفیسر:- واہ واہ۔ دیکھو بھائی یہ حال ہے کہ جب کتاب نکلے دو۔ پھر سب کچھ معلوم ہو جائیگا۔ ابھی تک تمہیں یہی نہیں معلوم کہ خود "اُردو" کس زبان کا لفظ ہے۔ اچھا میاں جبیق الدین تم بڑے جھکی نظر ہو تم ہی کہہ بیٹھو۔

جبیق الدین (شاگرد نمبر ۴):- میں خیال کرتا ہوں کہ جب سے "اُردو کی دال" کا استعمال شروع ہوا جب ہی سے "اُردو" ایجاد ہوئی۔ اُردو کی دال سب سے پہلے گورو دیو نے استعمال کی۔

پروفیسر:- ہاں یہ بھی ایک وجہ ہے اور میں نے اسے اپنی کتاب میں واضح کر دیا ہے۔

شاگرد نمبر ۵:- مگر حضور میں نے مہابھارت میں اُردو کے الفاظ اور غالب کا اکثر کلام لکھا ہوا پایا اس سے اُردو دال تحقیق باطل ہوئی جاتی ہے۔

پروفیسر:- شاباش تمہاری نظر بہت اونچی ہے۔ بیٹے یہ وجہ بھی اپنی کتاب میں لکھی ہے۔ اسکے علاوہ اور بھی وجوہ قدامت ہیں مثلاً یہ کہ حضرت کالی داس نے اپنی رامائن میں اس محترم زبان سے بہت فائدہ حاصل کیا ہے۔ مگر افسوس آج یہ زبان تحت الثرٰی کی سیر کر رہی ہے۔ اُف ری ناسپاس قوم۔ بھئی بیٹے تو زن بچہ۔ سالی سلیج۔ چچی ممانی۔ پھوپھی پھوپھا۔ ساس سسرے غرضکہ سارے گھر بھر کو شاعر بنا دیا ہے بیٹے گھر میں جو کتا پلا ہوا ہے وہ بھی اعلے درجہ کا شعر کہتا ہے جسکا جی چاہے تقطیع کر کے دیکھ لے۔

عو عو عو عنعو عنعنو عو عو عو
غو غو غنو غنو غنغنو غو غنو غنو

لکھنؤ کے ایک مشاعرے میں جو یہ دو شعر پڑھ دیئے تو سارے مشاعرے پر موت کا سناٹا چھا گیا۔ عرض کرتا ہوں ؎

ناک پکڑے ہے چمن میں آجکل فصل بہار
بو سے کرتا ہے دماغوں کو معطر موتیا
بیٹ سے کرتی ہے بلبل برگ گل کو نقش دار
ہر ورق اس نقش کاری سے ہے چاندی کا ولا

بھئی یقین کرنا کہ سب دم بخود کیا دم بخت ہو گئے نری نکلنے دو کتاب کو۔ دیکھو بھئی مشاعرے میں تم ایک طرح ہونا ورنہ پھر ناقص رہ جاؤ فیل ہو جاؤ تو

شکایت نہ کرنا!!

ایک شاگرد پیٹ پکڑ کے باہر نکلا شاید ہنسی نے زور کیا مگر آپ جانیئے پروفیسر صاحب کیوں بدظن ہوتے اور بدگمان کرتے تو مشاعرے میں کیسے بلاتے ہر حال بندۂ درگاہ کو اس اعلے تعلیم و تدریس کے روپائی سے اُردو کی ترقی کا اب یقین کامل ہو گیا۔ ایک ہمراہی نے کہا "آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا" ابھی یہ پہلا سال ہے اگر طالب علموں کا جواب اون مضامین کے متعلق جو ابھی شکم مادر میں ہیں ایسی بلیغ تحقیق پر مبنی ہوا تو بتائیے سوانا پروفیسر کے شاگردوں کا حشر کیا ہوگا؟

راقم- بندر وما

رنگ زمانہ

اودھ پنچ کے پرانے خریدار منشی برج بھوکھن لال صاحب محب دریابادی کو اچھی طرح جانتے ہیں آپ کا منظوم کلام "السو شلیات" کے تحت میں بہت دنوں تک اودھ پنچ میں شایع ہوتا رہا۔

آپ ایک تجربہ کار اخلاقی مصلح ہیں۔ قدیم و جدید اخلاقی تغیرات کا مقابلہ آپ نے اپنے کلام میں نہایت دلپسند طریقہ سے کیا ہے۔ ہندوستان کی پرانی تہذیب کی حمایت آپکا دلی مقصد ہے۔ آپ کا خیال ہے کہ اپنے خصائص کو باقی رکھ کے ہر قسم کی ترقی کرنی چاہیئے۔ جو کچھ درکار ہو وہ اسی ملک میں پیدا کرو دوسروں کے محتاج نہ رہو۔ ایک شخص گاڑھے کی مرزائی اور دھوتی کی دھوتی میں بھی دماغی ترقی کر سکتا ہے۔ بدیشی چیزوں سے جسم کی آرائشگی کرایہ کا زیور ہے ٹوٹے تو تاوان دو نہ ٹوٹے تو ماہ بماہ کرایہ ادا کرو۔

اس مجموعے کا نصف سے زیادہ حصہ اودھ پنچ میں شایع ہو چکا ہے اسلیے زیادہ توضیح کی ضرورت نہیں۔ کلام اس قابل ہے کہ آجکل کے ریفارمر اور منشی بگڑے ہوئے صاحب لوگ توجہ سے ملاحظہ فرمائیں اور اسکا انتخاب نصاب کی کتابوں میں درج ہو کے بچوں کے مطالعے میں آئے۔ ۲۰×۲۶ کی ۸ تقطیع ۱۵۲ صفحہ کا حجم اور دو آنہ قیمت ہے۔ ملنے کا پتہ دریاباد ضلع بارہ بنکی۔

شاور" لاہور

ایک ہفتہ وار پرچہ ہے۔ منشی شمس الدین حسن صاحب اسکے ایڈیٹر ہیں ملکی ضروریات سے باخبر ہے۔ اور ادبی فیشن سے نکلتا ہے جو فی زمانہ مرغوب عام ہے۔ پہلے ضروری ملکی وبیرونی خبریں بھی ہیں لطائف وظرائف بھی ہیں۔ قصص و حکایات بھی ہیں۔ واقعات پر تبصرہ بھی ہے۔

لکھائی چھپائی کاغذ بھی خوب ہے۔ سالانہ چار روپیہ قیمت بھی بہت نہیں ہے یعنی ۲۰×۳۰ پر کے سولہ صفحہ ہفتہ وار پیش کرتا ہے اور کیا لیجئے گا۔

شایقین نمونے کا پرچہ مفت منیجر شاور لاہور سے طلب کیجئے۔

ہادی نجیب آباد ضلع بجنور

یہ بھی ایک ہفتہ وار پرچہ ہے۔ پہلا نمبر زیر ملاحظہ ہے قرآن کی سورت فاتحہ اسکا افتتاحی مضمون ہے گویا دینی اعتبار سے کوئی خاص غرض اشاعت درج نہیں ہے مگر وعدہ کیا گیا ہے کہ دوسرے نمبر میں مقصد اصلی ظاہر کیا جائیگا۔ بالفعل مختصر مفید اقتباسات دیگر جرائد ورسائل کے وسیع اوراق ہیں لہذا ہم صرف حسن انتخاب مضامین کی داد دے سکتے ہیں خود جناب منشی محمد معین الدین صاحب ایڈیٹر کی خواہش بھی یہی ہے کہ دوسرے نمبر کی اشاعت تک کوئی تبصرہ نہ کیا جائے۔ لہذا ہم بھی خوش خیر مقدم کرتے ہیں۔ ہم اوکے کہتے ہیں۔ خوش آمدی بہیا خوش آمدی۔ چھ چار چھ ویرمان چیز جو قیمت سالانہ عوام سے وکیچر لیا جاتی۔

گھسیٹی مستون مدعا علیہ اور کچہری

حضرت گھسیٹی وہ چارہ ہے کام و ام بندہ مسکین بناہ۔ آپ ہفتہ چلتا ہے اور اگر کھلی الوقت مانگو تو کہئے کہ سچ ہے ورنہ صحت ملکی کا بندوبست نہیں ہے۔ آپ بہر گھسیٹی مستون وہ تھے کسی صاحب کے مقدمہ پر پہنچے۔ پھر سے اشیشن سے پیش کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں تھا جو تھا اس گاؤں کی ہوتی۔ پس جوری کسی دوسرے گاؤں میں پانچ کوس کے فاصلہ پر رہتا تھا۔ گاؤں بھر میں کوئی پڑھا لکھا نہ تھا۔ مہاجن نے ان پر نالش ٹھونک دی آپ جانتے ایسے گاؤں والوں کی تعمیل آسان نہیں ہے۔ مذکوری (چپراسی) برابر رپورٹ کردیتا تھا کہ:۔

"جناب عالی۔ مقدمہ مندرجہ عنوان میں مسمی گھسیٹی مستون مدعا علیہ کی برابر تلاش کی گئی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدعا علیہ مذکور عمداً تعمیل سمن سے گریز کرتا ہے"۔

خدا جانے یہ رپورٹ صحیح تھی یا غلط مسمی گھسیٹی تو یہی فرماتے ہیں کہ:۔

"گنگا کریا (گنگا کی قسم) ہمرے تیر (ہمارے پاس) سسُر چپراسی کا گدر (کا قدر) سکے ناہیں کوا جھوٹ بولت ہے" لیکن ایسی رپورٹ کا لازمی نتیجہ یہی نکل سکتا کہ مہاجن صاحب علیہ ما علیہ نے جھٹ سے درخواست "اجرائے نوٹس بذریعہ کا غذ اخبار" بغرض اشاعت پیش کر کے دے دی۔ سمن کی نقل بعنایت دیہی زرش حضرت منصف صاحب کسی انگریزی کا غذ اخبار میں جسکے پریس میں کیڑے کھا یا دیک چنا اردو و اب بھی لیسے ہی زدستان اغراض کے لیے بازار آدم کے وقت سے ذخیرہ ہے براسے اشاعت روانہ ہوئی مہاجن صاحب کو اس سے کیا غرض کہ جسکے نام سمن ہے اوسے بھی اطلاع ہوئی چاہئیے یا ہوئی۔ فرض ہے کہ خود مدعا علیہ کے نام براہ راست پٹواری کی وساطت سے ایک کاپی کا بھیجدیں۔ وغیرہ انھوں نے غلط سلط نام معہ پتے کے ایک کاپی دفتر عدالت روانہ فرمائی جو مسل میں شامل کرلی گئی۔ غرضکہ اجرا ہے کہ اخبار بھی غیر ضلع کا تھا۔ پیشی کی تاریخ آئی بھی اور مقدمہ یکطرفہ مسموع ہو کر فیصلہ بھی ہوگیا یعنے مہاجن صاحب کا دعوے مسلم شد۔

ہمارے دوست گھسیٹی کو اجرائے ڈگری کے قبل کسی سے خبر ہی نہ ہوا۔ بہت گھبرائے۔ بیگیا باندھی لیپوں جلم اور تمباکو بانس کی پوٹلی میں گڑ وبینگن ایک جوتا ... انتقال ... ارجن کو کہا بمحصل اور ... ڈگری ... مدعا علیہ تک چلے ... آپ کے منہ میں جلتے ... ان کی بات کہ ...

اسوجہ سے پیشکار تک رسائی میں کوئی ہفت خوان حائل نہیں ہوا۔ وہ تو ان میں جو گفتگو ہوئی وہ البتہ قابل سماعت اور دلچسپ ہے۔

گھسیٹی مستون:۔ "سلام بجور"۔

اول تو سلام بغیر نذر قابل قبول نہیں ہوتا دوسرے "بجور" کا تلفظ دیکھ بھال میں زیادہ مصروف تھے۔ نقل سماعت کے لیے یہ معقول عذر تھا مگر ادب ناشناس گھسیٹی ان باریک رموز سے واقف نہ تھا اپ کو دینے کراک کے سلام بول دیا۔ "منشی جی کیا بہرا ہو اجر بے بجو"

منشی جی:۔ "ارے کیا بک بک لگائی ہے۔ کون ہے نکال دو اسکو۔ توہین عدالت کرتا ہے"۔

گھسیٹی:۔ "ارے ہم کو کہا ہوگیا کہ سلام منسی جی سلام"۔

منشی جی:۔ "تو کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے کیا کام ہے"۔

گھسیٹی:۔ "بجور ہمار ناؤں تو آئے گھسیٹی مستون اور آوت ہیں آتے ہیں اسٹیاتا سی کچہرت۔ ہمار ہے ایک گدرہا مہاجنوا ساجھو تا گھرا ہاچس ہے۔ تو تنی بتا دو اوکا حال حوال"۔

منشی:۔ "ہاں! مقدمے کا حال پوچھتے ہو؟ کیا تمھارے باپ کے نوکر ہیں جو مفت حال بتایا کریں۔ لاؤ سوپیسہ کیہ جیب جڑھ جاؤ تو حال بتائیں"۔

گنواروں کو اس قسم کی نذر دینے کی عادت ہوتی ہے۔ گھسیٹی نے فوراً ٹینٹ میں ہاتھ ڈال کے اٹھنی نکالی۔

منشی:۔ "ارے اٹھنی ہے رپی اٹھنی میں فرصت نہیں"۔

گھسیٹی:۔ "ہم جوروی کی منت اکرت ہے منسی جی مان جاؤ"۔

مگر منشی جی جلالتی رقم پر کیا توجہ فرماتے دقتوں سے ایک منشی خروریئے استغنا کا شیشہ توڑا اور منشی جی نے بعد حصول نقد فرمایا۔

"سنو جی تم پر سمن تعمیل نہیں ہوا تو لیڈر یا اور کسی معزز اخبار میں سمن شایع کیا گیا اور فلاں۔ ۔ تاریخ بھی جب تم حاضر نہ ہوئے تو مہاجن کو ڈگری مل گئی۔ اب جلکے

مفت شباب مفت

ایم ۔ اے ۔ لطیف منیجر شباب منزل مظفر پور کے پتہ سے آج ہی ایک کارڈ لکھکر شباب بالکل مفت طلب فرمائیں۔

"اخبار کا حوالہ ضرور دیں"



جھوٹے وعدوں کا کلہاڑا کر چکا
چر چکا اب تو یہ لٹھا چر چکا

روپیہ کی فکر کرو بس یہی حال ہے بچے۔
پکھنی:۔ اور یہی حال ہمارے گاؤں کی مجوری (مزدوری) تو ایک روپیا تھا اب سے آٹھ لیو۔ کا بچا (؟)
منشی:۔ بس اب زیادہ بک بک نہ کرو۔
پکھنی:۔ اچھا تو اور جانے دیو کو تم کاہے اکھباران چھپوائیو بستان رہنے دیتو تو کون کھرابی ہوتی۔ ہمرے باپ آجاتا ہا کبہوں اکھبار دیکھس ہیں۔
منشی:۔ ارے بھلے مانس۔ پہلے چپراسی سمن لے کے گیا تھا۔
پکھنی:۔ تمار گھر سے گاؤں (تمارے گھر کی) ہو گا ہم پہنچ تو گھر سے نکست ناہین ہیں گو اکیسے اور کہاں پہنچ (نزدیک) گوا۔
منشی:۔ ہم کچھ نہیں جانتے۔ چپراسی نے اطلاع دی ہے کر دو کئی مرتبہ تمہارے گھر گیا مگر تم نے گھر میں قفل دیا ہوا تھا۔ آخر اخبار میں سمن چھپوا دیا گیا۔ کچہری تمہارے باپ کی نوکر نہیں ہے جو تمہیں ڈھونڈھتی پھرے۔
پکھنی:۔ تو یہی ہم ہون رہی اکت ہیں کہ بستان سمن رکھ لیتو اکھباران کاہے چھپوائیو اکھباران چھپوا سے دنیا کا اطلاع ہوئے سکت ہے۔ ہم کا ناہین ہوئے سکت۔ تم دنیا بھر کا اطلاع دیہو۔ ہم کا ناہین دیہو۔ اور چپراسی سار مزاہی (رچالاکی) کرت ہے۔ ہم روز سینا بھا کتیاے ناہین (دشمن) ہمرے گھر نہ کوئی کوئی اپھر گوا نہ بچھو۔
منشی:۔ ارے بھائی کچھ نہیں ہوتا۔ یہ خبریں اخباروں کے نام ہیں۔
پکھنی:۔ تو اب بتاؤ کی جو رو کا جو رو بنائی۔ صاحبو تو اکھباران چھپوائے کے چھٹی پائے گوا۔ تم چپراسی کی جان بچی۔ (راز) کیا ہیں آئے گیو منصبہ (منصف صاحب نے ہمیں دی) کچھ کی کہروے۔ انگور ہر طرح ہتو لگ بھی بتا (دستور) اور اور شہوا دولت ہیں۔ انکے بھوا سکتے ہیں ہماری سمجھ میں ناہین۔
منشی:۔ ابے شامت آئی ہے کیا! گنوار کہیں کا۔ جا کسی وکیل کے پاس بازدید کی درخواست دے۔

میاں پکھنی کی منطق ٹھیک تھی اگرچہ گستاخی آمیز تھی مگر کسی نے سماعت نہ کی۔ وکیل کے پاس گئے تو اس نے بھی ٹکا سا جواب دیا کہ جاؤ اب کچھ نہیں ہو سکتا ایک مہینہ گزر گیا۔ تم نے آج خبر لی ہے۔ بازدید کے واسطے ایک ماہ کی مدت ہے۔ اور ہاں مشورہ لینے کی فیس تو دیتے جاؤ اتنا وقت بھوکٹ (مفت) کا تو تھا نہیں۔
پکھنی:۔ منشی جی ہمرا وے کی باتین بتائے کی کو پائین



اوستانی:۔ یہ لمبے لمبے بال یہ گہنا پاتا یہ دقیانوسی وضع قطع! ارے بال کٹواؤ آدمی بنو۔ سب سے بڑی بات یہ کہ اُستانی جی کے پیرو کار ہو تب کہیں جا کے تمہارا شمار آدمیوں میں ہو گا۔

تم ہو کہ ماہر لا کے بیس (فیس) مانگت ہو۔ لیو بیوا منشی ہم عجب کہ رنڈی (؟) را کھا۔
وکیل صاحب ہیں اور پکھنی منتوں میں آ در پیش ہونے والی تھی مگر نیچ پاؤ ہو گیا۔
اس واقعے میں کئی باتیں قابل غور ہیں۔ کوئی قانون خواہ دیوانی یا فوجداری یا مال کا ایسا نہیں نظر آتا جس میں انصاف تک پہنچنے کی سعی کی گئی ہو۔ ہے کوئی ایسا محب وطن کونسلوں میں جو قانونوں کی اصلاح

اپنا فرض میں قرار دے ۔ باقی فقط
راقم:۔ تماشائی

بنی فاطمہ

ہمارے محترم دوست خواجہ حسن نظامی صاحب کی سرپرستی میں ایک نیا ہفتہ وار پرچہ "بنی فاطمہ" دہلی سے شائع ہوا ہے جس کی امروہوی صاحب رنگے اڈیٹر ہیں۔ خواجہ حسن نظامی صاحب جو کام کرتے ہیں اس میں ایک شان ہوتی ہے چنانچہ یہ پرچہ لکھائی چھپائی کاغذ کے اعتبار سے قابل پسند ہے مضامین کے اعتبار سے قابل احترام ہے مگر "نام" کے اعتبار سے چلنے والی چیز نہیں۔ یا ایں معنی کہ "گردن کٹوا دینے پر بھی" ان غریبوں کی دنیا میں "ذہنی" یہ تو ایک کاغذ کا پرزہ ہے۔ تسبیح "بنی فاطمہ" کا ایک رشتے میں منسلک ہونا ملکی اغراض پر مختلف قوموں کے متحد ہونے سے زیادہ مشکل ہے۔ اسکے علاوہ دس ہزار سیدوں میں شاید ایک فرد ایسی ہو گی جو آسودہ ہو ورنہ افلاس و نکبت و فلاکت کا سایہ ہر سر پر چھایا ہوا ہے۔ بے پروائی کے چلتوں سیادت سب نانگ کھانے کا شیرازہ گئی ہے۔ اسوقت ایک مجھلے سید صاحب یہاں تشریف رکھتے ہیں انہوں نے خوب لطیفہ کہا۔ کہنے لگے "حضرت اجی دیگران کے نسب میں نبی ہے وہ ہمارے دادا کے ہم قول کی آئے ہیں کہ "شرف المرء بالعقل والادب"

تخفیف قیمت

اودھ پنچ کے متعلق شاگردان مدارس کی اکثر درخواستیں آتی رہتی تھیں شرط ضروری یہ ہے کہ درخواستوں پر ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر کی تصدیق ہو تو سالانہ قیمت پیشگی بجائے پانچ روپیہ کے چار روپیہ اور ششماہی بجائے تین روپیہ کے دو روپیہ آٹھ آنے کا منی آرڈر قبول کیا جا سکتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

"لا مال و منصب" ہیں اور بھی پیسے ڈالتے ہیں اپنی سیادت کا بوجھ ہر کسی کی گردن پر نہیں ڈالتے نہ کسی سے غصہ ہوتے ہیں نہ کسی سے اکڑتے ہیں اور پیسہ بھی سید کا لقب اپنے نام کے ساتھ ملحق کیا اور لوگ لگے ریشخند کرنے اب سیادت نہیں ہے ہنسی ٹھٹھا ہے۔"

مجھے ابھی "فاطمہ" کی پہلی اشاعت نہیں دیکھی ورنہ شاید کچھ زیادہ لکھتے۔ مقصد ضرور مبارک ہے اور صحبت بھی بہت وسیع ہے تاریخ کی کتابیں اس گروہ کے عجیب و غریب واقعات سے بھری ہوئی ہیں۔ اگر فرزندان آبائے کرام کی روش اختیار کر لیں اور یہ ہفتہ وار پرچہ سادات میں مقبول ہو جائے تو سبحان اللہ۔

المختصرات

پونا کی خبر ہے کہ وہاں ایک ظروف فروش کی بی بی نے ایک ہی جھول میں تین بچے اور وہ بھی نرینہ نکالے۔

پان صاحب۔ اللہ کی دین اور سانچے کی خوبی۔

بنگش قوم عشرہ محرم میں خون بہا کے رونق کرتی تھی۔ یعنے چھریوں کٹاریوں سے ہجرت پر ماتم کرتی تھی نظام حیدرآباد کے حکم سے اس قسم کا ماتم بند کر دیا گیا ان کی روحیوں میں یاد رہ جائیگا۔ سنتے ہیں کہ اب بغیر خون بہائے خون بہا ہو جائیگا۔ اور اگر یہ معاش کی سبیل کی جاتی تو انہیں کی خامی دفع کرنے کی غرض سے اور مدیح میں باؤ مضامین لکھے گئے تھے کہ یہ فرض ہر جمعہ کی نماز کی طرح ہفتہ وار پورا کیا جاتا ہے یہ بحث بھی اور وہ بھی نے چھیڑی تھی کہ قاضی پر ریخ یا مسٹریٹ قبل ساعت قضیہ انصاف کرنے کی قسم کھائی واجب ہے انصافی بنگالیوں کو بھی نہیں ہوئی یا سیسے کہتے ہیں حلف برداری کرنی چاہیے خدا جانے صوبہ کی کونسل اس مطلب کی طرف کیوں قدم بڑھاتی وہ تو گویا سرے سے ایک کلب ہے۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ بہار کی کونسل میں یہ مسئلہ مقبول ہوا۔

اب غور کے قابل یہ مرحلہ ہے کہ ہندوستان کے قوانین مجریہ انصاف کہ بہوجب کی قابلیت بھی رکھتے ہیں یا نہیں۔ جواب ہے نفی میں۔ لہذا ہم اہل عقل اسم کو فرصت ہو وہ پہلے تم ترمیم کریں بہ نظر اصلاح ملاحظہ

زادوں اور اپنی محنت کے نتائج سے دنیا کو اطلاع دیں ورنہ وہی بات ہوگی کہ ایک مرتبہ سید حسن ان کے پاس چار آنے پیسے تھے۔ دو چیزوں کی انہیں ضرورت تھی (۱) انگا (۲) جوڑیاں۔ باقاعدہ ترجیح مرجوح انہوں نے جوڑیاں خرید کے ہاتھوں میں ڈالیں۔ اتفاقاً ارگی کے مہر صاحب آگئے اور ان سے باتوں کی ضرورت ہوئی سید حسن پٹ کی آڑ میں کھڑی ہوئیں جوڑیوں والا ہاتھ باہر نکال کے باتیں کرنے لگیں اور جب سید جی چلے گئے تو انگنائی میں اوچک اوچک کے کہنے لگیں۔

"انگا تو جیسی تیسی جوڑیوں پٹ راکھ ہیں"

یعنے انگا تو جیسا تیسا جوڑیوں نے آبرو رکھ لی بہر حال ہیں کہتے ہوں گے کہ جب جوڑیاں ہاتھوں میں ہیں تو کیا انگے۔ بیگم ستوؤں اور روٹیوں کا مقابلہ کون کرتا ہے کہ مسٹر گوکھلے پہلی بار کونسل میں کسی مسئلے پر ایڈیٹر کرو ہیں آپنے گورنری اور ہوم ممبری کا تقابل جیفیسوڈ کلب میں ایسے مضحک طریقہ سے فرمایا کہ سننے ہنسی کے لوگوں کی آنتیں چھڑ ہو کے دماغ پر چڑھ گئیں۔ بزبان تیغ کہنے لگے ہوم ممبری میں کام کاج کے اعتبار سے دھرا رکھا گیا ہے دفتر میں گھسے بیٹھے آٹھ گھنٹہ دو گھنٹے شہر سے کاغذوں پر دستخط کئے اور بیٹھے ہوئے تو وہ ہمیشہ خوانی اپنی ماں دی کے تجرگو برکو دھوئے پڑتے ہیں بھگڑوں سے خبر ہوتی ہے گشتروں سے پکڑ ڈوری پڑتی ہے وزیروں سے گھری اڑھتی ہے۔ آنا رہ گیا کہ سٹریٹ بیٹھے ہیں ریاستوں اپنے ہاتھ سے کھینچتے ہیں۔ گھوڑ پر بیٹھے ہیں تو دلفن کے مطلوب زرگو بہت سابقہ ہوتا ہے۔ ریاستوں کو دیکھو تو ان میں لذیذ و ثقیل غذاؤں کے بوجھ سے معدہ بوجھل کرنا پڑتا ہے۔ ہندوستانیوں کی مصنوعی ہڑتی پر زبردستی مسکرا کے باچھیں پھیلانا پڑتی ہیں ایک مصیبت ہو تو کوئی کہے۔ یہ تو وہی مثل ہوئی۔

یہ متوسط لکھنو میں مشہور جب گھر میں سب کھائیں دانے دی محنت۔ دھان پائے بیچے کو دنہ کو ئے بچے۔

دہنہ منت ہیں مشکل آسان۔

یہ خداوندی مصلحت مکمل ہوا مگر مشکل یہ کہ موت کا دن تاریخ مقرر تو ہے مگر کسی کو معلوم نہیں۔ ہماری برادری بھی آپ جانیے خدا ہمیں مگر خدائی کی الوہ

دار ہے وہ کیوں بتائے کہ ہندوستانیوں کو نجات تاریخ آزادی مل جائیگی لہذا پارلیمنٹ میں کرنل ویجوڈ کا یہ مطالبہ کسی قدر احمقانہ حسن ظن پر مبنی ہے کہ بتاؤ کب ہندوستان کی جان چھوڑ دوگے۔ ارل ونٹرٹن نے خوب کیا جو بات کو جھگڑے میں ڈال دیا اور جواب دینے کی جگہ مسٹر شا سے اس بات پر الجھ پڑے کہ اونھوں نے بطور ایک شہری کے اپنا فرض ادا نہیں کیا۔ یعنے ادھر تو کرنل صاحب نے سوراج کی بات چیت شروع کی ادھر مسٹر شا نے شکایت فرمائی کہ صاحب یہاں اندھیر ہے ایک ہندوستانی چھ ماہ اور دھر کسی انگریز افسر کے ہاتھوں پٹ گیا میں گواہ ہوں اور ایک جرمنی گواہ ہے پولیس میں رپورٹ نہیں کی گئی۔ پہلی بات کا جواب ذرا ٹیڑھا تھا اس وجہ سے ارل صاحب نے دوسری بات پکڑ لی کہ صاحب میں کیا کروں آپ نے کیوں پولیس میں رپورٹ نہ کی۔ آپ خواہ مخواہ کا الزام شریفوں پر لگاتے ہیں۔ یہی شرافت ہے۔ آخر کچھ انصاف بھی ہے۔

یہ تو بہ ہوئی سامس تو آج آئے آنس ... بھی حجت میں وقت ختم ہو گیا۔ کچہری برخاست نہ وارانہ تھا کہ ارل ونٹرٹن بھی اوسی استاد کے شاگرد ہیں جس کی میانی پھٹی ہوئی تھی ایک لڑکے نے کہا "استاد استاد آپ کا پاجامہ آگے سے پھٹ گیا ہے" استاد کے گلی در دست بیٹھے ہوئے تھے۔ استادی کے یوں واشگاف ہونے پر بجا رہے جھپے مگر فوراً بھی ادھر کے شاگرد پر بگڑ پڑے اور کہنے لگے آخر یہ بتا کر تو نے پاجامہ کیوں کہا اسے صحیح لفظ ہے پائے جامہ۔ یہ پجامہ کیسا۔ ہائیں ہماری صحبت میں بیٹھنا اور پجامہ بولنا۔ کہو پے الف زبر پا جیم الف زبر جا میم ہے زبر مہ۔ اب کہہ جلدی جلدی۔ ابی ارل صاحب آپ کسی ڈاکٹر سے ایک تنقیہ کا نسخہ لکھوا لیجئے اور کرنل ویجوڈ کے حوالہ کیجئے انہیں ہدایت کر دیجئے کہ یہ نسخہ ہندوستانی سوراج طلب استعمال کریں جب بذریعہ اسہال کا مادہ نکل جائیگا اور ہندوستانی تختے سے اور رنگ گورے ہو جائینگے اوسوقت سوراج کا اعلان کر دیا جائیگا پھر جانے رہے نہ اندھیاری۔

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا مین گرہ لگائی

ایک گراموفون کی طرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے اور جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اوّل کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم مین مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنا دیا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کر زمانہ حال تک کے اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد و ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے۔

استاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار مین ... [illegible] ... اس کتاب مین انسے نقل کی گئی ہین ... [illegible] ... کتاب کے ... [illegible] ... استاد خود تعلیم ... [illegible] ... فی الحقیقۃ مصنف نے ... [illegible] ... اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے استادون کا سرمایہ اس مین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ

حصہ اول کی ... [illegible] ... خریدیے۔

المشتہر: مینیجر اودھ پنچ لکھنؤ

[illegible] ... اودھ پنچ لکھنؤ۔